دارالعلوم دیوبند کا نیازمندانہ سفر

(۲/۱)

از: مولانا عبدالرؤف غزنوی فاضل دارالعلوم دیوبند
استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

دارالعلوم دیوبند کا افتتاح بہ روز پنج شنبہ ۱۵/محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۸۶۶ء مسجد چھتّہ دیوبند کے کھلے صحن میں انار کے ایک چھوٹے درخت کے نیچے نہایت سادگی کے ساتھ اہل اللہ کی ایک جماعت کے ذریعے عمل میں آیا، جس کا سرمایہ، اخلاص وخدمتِ دین اور توکل علی اللہ تھا۔

اس ادارہ کے قیام کا بنیادی مقصد اسلامی عقیدہ کا تحفظ، کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی تعلیم وترویج، بدعات وغیر اسلامی رسومات کا خاتمہ، مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور ان میں دینی حمیّت واسلامی غیرت کا جذبہ بیدار کرنا تھا۔ بانیان کے اخلاص وتوکل علی اللہ کی برکت سے یہ چھوٹا سا گمنام مدرسہ ترقی کی طرف گامزن ہوا اور کچھ ہی عرصہ کے بعد برصغیر کا سب سے بڑا دینی ادارہ بن گیا، اس کی شہرت ومقبولیت کی آواز مشترکہ ہندوستان سے نکل کر افغانستان، بخارا وسمرقند کے پہاڑوں میں گونجنے لگی؛ بلکہ اس سے آگے عالمِ عرب کے ریگستانوں اور افریقہ کے جنگلات تک بھی جا پہنچی۔ حسنِ نیت، اخلاص وللّٰہیت اور توکل علی اللہ کے کرشمے اسی طرح ہوا کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا پہلا سفر

رواں پندرھویں صدی ہجری کے شروع میں جب راقم الحروف افغانستان و پاکستان کے سرحدی علاقوں کے دینی مراکز میں فنون کی کتابوں میں منہمک اور زیرِ تعلیم تھا، اس نے بعض مشفق اساتذۂ کرام کی ترغیب اور والدین محترمین کی اجازت سے دارالعلوم دیوبند جانے کا ارادہ کیا؛ تاکہ ایک ایسے سرچشمۂ فیض وبرکت سے علمی پیاس بجھانے کا موقع ملے جس کے بعد کسی اور سرچشمہ کو تلاش کرنے کی کوئی خاص ضرورت باقی نہ رہے؛ چنانچہ بے سروسامانی کے باوجود عزم سفر کرلیا اور دیوبند پہنچ کر دارالعلوم دیوبند کے آخری درجہ دورۂ حدیث میں اعلیٰ نمبروں کے ساتھ داخل ہوگیا۔ فالحمدللہ علی ذلک۔

بہرصورت! دورۂ حدیث میں اپنے عظیم المرتبت اساتذہ کے پاس پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک سال کے بعد فراغت ہوئی، امتحانِ سالانہ میں اللہ کی توفیق اور اساتذۂ کرام کی دعاؤں

کی برکت سے اپنی جماعت میں اور پورے دارالعلوم کی سطح پر بھی پہلی پوزیشن حاصل کی، اور اگلے سال کے لیے آسانی کے ساتھ شعبۂ افتاء (تخصص فی الفقہ) میں داخلہ ہوا، اس شعبہ کے سالانہ امتحان میں بھی بحمد اللہ وتوفیقہٖ پہلی پوزیشن حاصل ہوئی۔

امامت وخطابت اور تدریس کی ذمہ داری

دورۂ حدیث کے سال ہی احقر کو دارالعلوم دیوبند کی مسجد (مسجد قدیم) کا امام وخطیب مقرر کیا گیا اور فراغت کے بعد اپنے اساتذۂ کرام وبزرگوں کے حکم ومشورہ سے تدریس کے لیے درخواست دی؛ چنانچہ دارالعلوم کے نظام کے مطابق اکابر کی ایک کمیٹی نے انٹرویو لیا جس کے نتیجے میں احقر کا تقرر بحیثیت مدرس عمل میں آیا اور ماہ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ کو باقاعدہ تدریس کا آغاز ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں تقرری کے بعد احقر کو اپنے اساتذۂ کرام سے استفادہ کا بہترین موقع میسر آیا۔

اساتذۂ کرام کے نظام الاوقات اور ان کے مراتب کی رعایت کرتا ہوا، ان سے ملاقات کرنے اور ان سے تدریسی، تربیتی اور عملی میدان میں استفادہ کرنے کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا، حضرت الاستاذ، فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق کا سلسلہ بھی قائم ہوا اور ان کی اصلاحی وعلمی مجلسوں میں حتی الامکان شریک ہونے کا بھی اہتمام کیا، میرے تمام اساتذۂ کرام کو اللہ تعالیٰ بہترین صلہ عطا فرمائے جنھوں نے ہر ہر قدم پر رہنمائی فرمائی اور کبھی بھی مجھے مایوس یا محروم نہیں ہونے دیا۔

امامت وخطابت، تعلیم وتدریس اور اساتذۂ کرام کے زیرِ سایہ رہ کر ان سے استفادہ کرنے کا یہ سلسلہ تقریباً دس سال تک جاری رہا، ان دس سالوں میں دارالعلوم دیوبند اور اس کی پُرکیف علمی وعملی فضا سے محبت وتعلق اتنا مضبوط ہوگیا کہ میرے تصور وخیال میں بھی نہیں تھا کہ اپنی زندگی میں کبھی اس بابرکت ماحول سے جدا ہوں گا؛ لیکن تقدیرِ خداوندی کچھ اور تھی، ۱۲؍شعبان ۱۴۱۲ھ کو حضرت والد ماجد کا مضافاتِ کوئٹہ بلوچستان میں انتقال ہوا (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور والدہ محترمہ (بَارَكَ اللّٰهُ فِي صِحَّتِهَا وَعَافِيَتِهَا وَحَيَاتِهَا) نے مجھے حکم دیا کہ اپنی والدہ، بھائیوں اور بہنوں کو سنبھالنے کے لیے اب تمہارا پاکستان آنا ناگزیر ہوگیا ہے، لہٰذا اللہ پر توکل کرکے مستقل طور پر واپس پاکستان آجاؤ!

دارالعلوم دیوبند سے فراق کا غم

دارالعلوم دیوبند کی ایک خصوصیت یہ رہی ہے کہ اگر کوئی طالب علم صرف ایک ہی سال

وہاں پڑھ کر فارغ التحصیل ہو جاتا ہے اور اگلے سال اس کو جانا ہوتا ہے تو وہ غمِ فراق میں تڑپتا رہتا ہے، اور اگر کسی کو کچھ زیادہ عرصہ دارالعلوم میں پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے اور دارالعلوم کی محبت اس کی رگ و پے میں پیوست ہو جاتی ہے اور پھر اس سے جدائی کا وقت آجاتا ہے تو اس کی بے تابی و پریشانی ایسی ہوتی ہے کہ دیکھنے والوں کو بھی غم میں مبتلا کر دیتی ہے۔

کراچی میں قیام اور دارالعلوم دیوبند سے مستقل رابطہ

بہر کیف! میں رمضان المبارک کے آخری دن ۱۴۱۲ھ کو دارالعلوم دیوبند سے قلبِ غمگین کے ساتھ پاکستان کے لیے روانہ ہوا، اور والدہ محترمہ اور بھائیوں کے مشورہ سے کراچی میں قیام کا فیصلہ کیا جو تادمِ تحریر جاری ہے، اللہ تعالیٰ نے کراچی میں میری استعداد و صلاحیت سے بڑھ کر عزت و کامیابی بخشی، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن (جو پاکستان کا ایک مشہور و معروف دینی ادارہ ہے) میں تدریسِ حدیث اور مجلّہ "البیّنات" عربی کی ادارت کا موقع ملا، نیز جامع مسجد طوبیٰ ڈیفنس (جو کہ پورے پاکستان کی سطح پر ایک مشہور و معروف مسجد ہے) میں امامت و خطابت کے ذریعہ عام مسلمانوں کی دینی خدمت کا موقع میسر آیا، اس کے علاوہ اہلِ علم حضرات نے بے حد شفقت و ہمت افزائی کا معاملہ فرمایا اور طلبۂ عزیز کے درمیان بھی اللہ تعالیٰ نے میری تمام نااہلی کے باوجود مقبولیت کی دولت سے نوازا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان تمام نعمتوں کے حصول میں بنیادی کردار دارالعلوم دیوبند کی نسبت، اساتذۂ کرام اور والدہ محترمہ کی دعاؤں نے ادا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کراچی میں رہ کر اپنی مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند اور وہاں کے مشایخ و اساتذۂ کرام سے ظاہری جدائی کے باوجود رابطہ منقطع نہیں ہوا، ان کے ذکرِ خیر اور ایمان افروز واقعات کا تذکرہ اپنے درس و تدریس اور بیانات و مجالس کے دوران برابر جاری رہا، اور خط و کتابت و ٹیلی فون کے ذریعہ بھی وقتاً فوقتاً رابطہ قائم رہا اور مشورہ طلب امور میں ہمیشہ مشورہ کرتا رہا۔

اپنے مشایخ و اساتذۂ کرام کی زیارت کے چند مواقع

دارالعلوم دیوبند سے فراق کے بعد اس کی زیارت کے اسباب تو پیدا نہیں ہوئے؛ البتہ دارالعلوم کے مشایخ و اساتذۂ کرام سے وقتاً فوقتاً ملاقاتوں کے کچھ مواقع دارالعلوم سے باہر ملتے رہے جن سے دردِ فراق کو وقتی طور پر کچھ ہلکا ہونے کا سہارا ملتا رہا؛ چنانچہ ۲۶/رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کو اپنے استاذ و مرشد فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند (متوفّٰی ۱۴۱۷ھ) قدس سرہٗ کی خدمت میں "ڈھاکہ" بنگلہ دیش حاضری ہوئی، جہاں حضرت اپنے متعلقین کے ساتھ اعتکاف فرما رہے تھے، احقر کو بھی چند ہی دن اعتکاف اور حضرت فقیہ الامت

قدس سرہ کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا اور مسجد چھتہ دارالعلوم دیوبند کی یادیں تازہ ہوگئیں، کس کو معلوم تھا کہ یہ حضرت فقیہ الامت کی زندگی کا آخری رمضان ہے؛ لیکن وہی ہوا جو اللہ نے مقدر فرمایا تھا، ماہ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ کو جنوبی افریقا میں سفر کے دوران حضرت کا وصال ہوا، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

اسی طرح ''ڈیڑھ سو سالہ خدماتِ دارالعلوم دیوبند'' کے عنوان سے ایک سہ روزہ کانفرنس بتاریخ ۱۴، ۱۵، ۱۶/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق ۹، ۱۰، ۱۱/اپریل ۲۰۰۱ء جمعیت علمائے اسلام پاکستان کی طرف سے پشاور میں منعقد کی گئی تھی، جس میں حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب صدر جمعیت علمائے ہند ورکنِ مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم کے بڑے اساتذۂ کرام کو خصوصی طور پر شرکت کی دعوت دی گئی تھی، اس موقع پر حضرت مہتمم صاحب قدس سرہ، حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب برد اللہ مضجعہٗ، نیز اکابر اساتذۂ دارالعلوم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

ماہِ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ کو حجازِ مقدس میں حج کے موقع پر بھی حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب زید مجدہم، ان کے چھوٹے بھائی جناب مولانا سید اسجد مدنی صاحب زید لطفہم، حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مد ظلہم، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب استاذ حدیث و مدیر ''ماہنامہ دارالعلوم دیوبند'' زید مجدہم اور محترم دوست جناب مولانا عبدالخالق سنبھلی استاذ حدیث و نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند حفظہ اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور وہاں دارالعلوم دیوبند کی یادیں تازہ ہوگئیں۔

بہرصورت! دارالعلوم دیوبند کو خیرباد کہنے کے بعد تقریباً ۲۳/سال بیت گئے اور وہاں پر جانے کی کوئی صورت کوشش کے باوجود میسر نہ آسکی؛ البتہ جیسا کہ اوپر عرض کیا جاچکا ہے رابطہ کا سلسلہ اور دارالعلوم سے دور مختلف مقامات پر دارالعلوم کے مشائخ واساتذہ سے ملاقاتوں کا سلسلہ بدستور قائم رہا، اور یہ دعا کرتا اور کراتا رہا کہ اللہ تعالیٰ وہاں پر حاضری کی کوئی صورت پیدا فرمادیں۔

حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب کی طرف سے دیوبند حاضری کی دعوت

دارالعلوم دیوبند کی زیارت کے لیے بے تابی میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا تھا؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دل کی آواز سن لی اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم صدر جمعیۃ علمائے ہند اور استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ''عظمتِ صحابہ کانفرنس'' (جو ۹/۵/

۱۴۳۵ھ مطابق ۱۱/۳/۲۰۱۴ء کو دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والی تھی) میں شرکت کا دعوت نامہ میرے مخلص دوست جناب مولانا مفتی مظہر شاہ صاحب بہاولپوری زید لطفہم کے توسط سے موصول ہوا، دعوت نامہ میں پاکستان سے تقریباً پچیس حضرات مدعو تھے، جن میں احقر کا نام بھی شامل تھا؛ لیکن انڈین سفارت خانہ نے نامعلوم وجوہ کی بنیاد پر ویزا دینے میں دیر لگادی اور کانفرنس کی مقررہ تاریخ گذرگئی، لہٰذا ''عظمتِ صحابہ کانفرنس'' میں شرکت کا موقع ہاتھ سے نکل گیا؛ البتہ ویزا کچھ تاخیر کے ساتھ سب کو مل گیا، اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہم نے پیغام بھیجا کہ چونکہ ویزا لگ گیا ہے؛ لہٰذا آپ حضرات مذکورہ کانفرنس میں نہ سہی، دارالعلوم دیوبند کی زیارت کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق تشریف لائیں اور آپ حضرات میرے مہمان ہوں گے۔

حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم کے اس پیغام کے بعد دیگر مدعو حضرات نے تو ماہِ اپریل کے شروع میں سفر کا ارادہ وانتظام فرمایا؛ لیکن احقر نے بعض وجوہات کی بنا پر اپنا سفر ایک ماہ کے لیے مؤخر کردیا۔

ماہِ رجب میں اسباق کا اختتام اور دیوبند کا سفر

اور ۴/رجب ۱۴۳۵ھ مطابق ۴/مئی ۲۰۱۴ء بروز اتوار اپنے اسباق ختم کراکر دعا کرائی اور اگلے دن ۵/رجب ۱۴۳۵ھ مطابق ۵/مئی ۲۰۱۴ء بروز پیر بذریعہ پی. آئی. اے کراچی سے پاکستانی ٹائم کے مطابق صبح آٹھ بج کر پچپن منٹ پر دہلی کے لیے روانہ ہوا، تقریباً پونے دو گھنٹے میں ہندوستانی ٹائم کے مطابق گیارہ بج کر دس منٹ پر دہلی ایئرپورٹ پہنچ گیا، حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہم کو اپنے پروگرام کی پیشگی اطلاع کردی تھی جس پر حضرت نے ''مرحبا'' کہہ کر خوشی کا اظہار فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ مذکورہ تاریخ کو دہلی ایئرپورٹ پر آپ کا استقبال کیا جائے گا۔

دہلی ایئرپورٹ پہنچ کر مختصر وقت میں جب قانونی کارروائی سے فارغ ہوکر باہر آیا تو جناب مولانا محمد سراج صاحب قاسمی ذمہ دار دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی' حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب زید مجدہم کے حکم سے حضرت ہی کی گاڑی اور ڈرائیور کے ساتھ انتظار کررہے تھے۔

ایئرپورٹ سے مولانا محمد سراج صاحب کے ساتھ دفترِ جمعیت پہنچا، مولانا فضل الرحمٰن صاحب سیکریٹری جمعیت نے بہت اکرام کا معاملہ کیا، ظہر کی نماز کے بعد کھانا کھاکر اپنی عادت کے مطابق تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ کرنے کی غرض سے لیٹا؛ لیکن دیوبند کی محبت وتڑپ میں سونے

کا سوال ہی پیدا نہیں ہو رہا تھا اور بقول شاعر:

منزل یار چوں شود نزدیک ❁ آتشِ شوق تیز تر گردد

محبت ووصال کے جذبات میں اضافہ ہو رہا تھا، لہٰذا اٹھ کر مولانا محمد سراج صاحب سے عرض کیا کہ دیوبند چلنا ہے، موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے فوراً تیار ہوئے اور ڈرائیور محمد یاسین صاحب، ان کے ایک ساتھی اور احقر کو ساتھ لے کر دیوبند روانہ ہوئے، عصر کے وقت دیوبند کے حدود میں داخل ہوگئے، اور یہ خیال کرکے کہ دارالعلوم پہنچتے پہنچتے کہیں عصر کی نماز میں تاخیر نہ ہوجائے؛ اس لیے نماز پڑھنے کے لیے مین روڈ کے کنارہ پر واقع ایک مدرسہ ''جامعہ زکریا'' کی مسجد کے ساتھ رُک گئے، وضو کرکے احقر جیسے ہی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں پر موجود مدرسہ کے مہتمم صاحب نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور بے حد احترام سے پیش آئے اور فرمایا کہ جب آپ دارالعلوم میں بحیثیت مدرس وامام فرائض انجام دے رہے تھے اس زمانہ میں، میں پڑھتا تھا۔

دارالعلوم کے قریب ''محلّہ خانقاہ'' میں جب داخل ہوئے تو طلبۂ عزیز حسبِ معمول بعدالعصر چہل قدمی کے لیے گلیوں سے گزر رہے تھے اور ہر ملنے والے کو سلام کرنے کی کوشش کرتے تھے، چہروں پر نور ووقار، چلنے میں سادگی اور نگاہوں کو نیچے کیے ہوئے چل رہے تھے، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ انسانوں کی شکل میں فرشتے چل رہے ہیں، مجھے ان کو دیکھ کر ۲۳/سال پہلے کا وہ دور یاد آرہا تھا، جب مجھ جیسا سیاہ کار بھی بعدالعصر اسی سرزمین پر چہل قدمی کے لیے نکلا کرتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب زیدمجدہم کے مکان پر پہنچ گئے، رفیقِ سفر مولانا محمد سراج صاحب کا چونکہ حضرت والا سے برابر بذریعۂ فون رابطہ قائم تھا، اس لیے حضرت کو یہ معلوم تھا کہ ہم پہنچنے والے ہیں اور وہ انتظار میں تھے، جیسے ہی ہم ان کے مکان میں پہنچے تو وہ بے حد شفقت ومحبت سے ملے اور سبز چائے- جو بالعموم عصر کے بعد ان کی مجلس میں چلتی رہتی ہے- پیش فرمائی، اور حال واحوال پوچھنے کے بعد فرمایا کہ آپ کا قیام دارالعلوم کے مہمان خانہ میں ہوگا؛ البتہ جب تک آپ کا قیام ہوگا صبح کا ناشتہ اور دونوں وقت کا کھانا میرے یہاں ہوگا، ہاں اگر کسی نے دعوت کی اور آپ نے قبول کرلی تو وہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ چونکہ میرے کچھ پروگرام طے شدہ ہیں تو میں اگر کسی دن دیوبند میں نہ بھی رہا تب بھی یہ گھر آپ کا ہے، میرے صاحبزادے (مولانا سید امجد مدنی فاضل دارالعلوم دیوبند حفظہ اللہ) آپ سے برابر رابطہ میں رہیں گے۔

مغرب کی نماز سے پہلے میرا سامان کمرہ نمبر:۱۱مہمان خانہ دارالعلوم دیوبند منتقل کیا گیا، کمرہ کافی کشادہ، آرام دہ اور ایئر کنڈیشنڈ تھا، سامان رکھ کر کمرہ کی چابی میرے حوالہ کی گئی، اور میں دارالعلوم کی مسجد قدیم میں مغرب کی نماز پڑھنے کے لیے جیسے ہی مہمان خانہ سے نکلا اسی وقت دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب سے ملاقات ہوئی، موصوف نے بہت ہی خوشی اور محبت کا اظہار فرمایا، مغرب کی نماز مسجد قدیم میں (جس کی امامت وخطابت کی ذمہ داری تقریباً دس سال تک احقر کے سپرد رہی تھی) ادا کی، مغرب کے بعد دارالعلوم کے احاطہ میں گھومتا ہوا پرانی یادیں تازہ کرتا رہا۔

طویل فراق کے بعد اپنی مادرِ علمی کے احاطہ میں گھومتا ہوا بار بار یہ تسلی حاصل کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ آج میں حقیقتاً اپنی روحانی ماں کی آغوشِ رحمت میں پہنچ چکا ہوں، اور یہ کوئی خواب یا صرف تصور ہی نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میرے طویل فراق کو وصال سے تبدیل کردیا ہے۔

آن پریشانی شبہائے دراز وغمِ دل ❁ ہمہ در سایۂ گیسوئی نگار آخر شد

جامع مسجد رشید کا تذکرہ

احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ بروز جمعہ ۱۴۰۶/۷/۲۳ھ مطابق ۱۹۸۶/۴/۴ء اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا جس میں دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب قدس سرہ، بڑے اساتذہ بالخصوص حضرت الاستاذ مرشدی مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ اور بعض معزز مہمان جیسے حضرت حکیم عبدالرشید محمود صاحب رحمہ اللہ (عرف حکیم ننومیاں) اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمہ اللہ وغیرہ نے شرکت کی تھی۔

جب سنگِ بنیاد رکھا گیا اور اس کے بعد بنیادوں کی کھدائی اور باقاعدہ تعمیری کام کا آغاز ہوا تو حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ نے احقر پر اعتماد کرتے ہوئے اس مسجد کی نگرانی اور تعمیری سامان کی دیکھ بھال ایک اضافی کام کے طور پر احقر کے سپرد کرنا چاہی، احقر نے کافی معذرت بھی کی اور عرض کیا کہ مجھے تدریس کے علاوہ اس جیسے کاموں کا نہ تو کوئی تجربہ ہے اور نہ ہی دلچسپی؛ لیکن انھوں نے اصرار فرماتے ہوئے کہا کہ یہ دارالعلوم کی خدمت ہے اور آپ پر اعتماد ہے، آپ اس کو قبول کیجیے، اور ساتھ ساتھ دارالعلوم کے لیٹر پیڈ پر احقر کے نام ایک تحریر ارسال فرمادی جس میں سلام کے بعد مندرجہ ذیل مضمون درج تھا:

''الحمدللہ تعمیر مسجد دارالعلوم کا کام شروع ہوگیا ہے۔ کام منظور شدہ ٹھیکیداران کے ذریعہ کرایا

جارہا ہے ۔ تکنیکی نگرانی انجینئر اور آرکیٹیکٹ صاحبان فرمارہے ہیں۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں عمارتی سامان ادارے کی جانب سے فراہم کیا جارہا ہے۔اس سلسلہ میں نگرانی کے فرائض آپ کو تفویض کیے جاتے ہیں۔موقع پر جو سامان آئے اس کا اندراج رجسٹروں میں باقاعدہ طور پر اپنی نگرانی میں کراکر آپ بلوں پر تصدیق فرمائیں۔عمارتی سامان کی کوالٹی، مقدار اور تعداد کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔اس امر کی جانب بھی توجہ فرمائیں کہ کوئی سامان کسی بھی صورت میں خورد برد نہ ہوسکے۔شعبہ جات متعلقہ اس سلسلہ میں آپ سے مکمل تعاون کریں گے۔نقولات شعبہ جات محاسبی، دارالاقامہ، اور تعمیرات کو بغرض اطلاع اور ضروری کارروائی ارسال ہیں۔

نوٹ: اعظمی منزل اور دیگر زیر تعمیر کاموں کی نگرانی بھی آپ کے سپرد کی جاتی ہے“۔

مرغوب الرحمٰن

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۴۰۷/۸/۴ء

اس تحریر کے بعد معذرت کا راستہ بند ہوگیا اور احقر نے حسب الحکم نگرانی شروع کی؛ لیکن چند ہی دن کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ کام میرے بس کا نہیں، مطالعہ میں دشواری ہورہی ہے اور اسباق کی تیاری میں فرق محسوس ہورہا ہے، تو میں نے حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر بڑی لجاجت کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت! آپ کے حکم کے مطابق میں نے یہ کام شروع تو کردیا؛ لیکن اب مجھے پورا اندازہ ہوگیا کہ یہ میرے بس سے باہر ہے، لہٰذا براہِ کرم اس کام سے میری معذرت منظور فرمالیں، اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، انھوں نے میری معذرت منظور فرماکر اس کام کو جناب مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی (موجودہ نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے سپرد کردیا، جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیت، مسلسل محنت اور ذاتی دلچسپی کی بنیاد پر بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچادیا۔

کچھ تذکرہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب کا

حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہم العالی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے صاحبزادے، دارالعلوم دیوبند کے استاذِ حدیث اور جمعیت علمائے ہند کے صدر ہیں، حضرت والا سے احقر کو پڑھنے کی سعادت میسر نہ ہوسکی؛ اس لیے کہ جس وقت حضرت والا کو مدرسہ شاہی مرادآباد سے استاذِ حدیث کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند بلایا گیا، اس وقت احقر دارالعلوم سے فارغ ہوکر مدرس ہوگیا تھا؛ البتہ حضرت کو قریب سے دیکھنے کا موقع خوب

ملا، ان کی عظمت و ہمت، تقویٰ وطہارت، سخاوت وتواضع، ذہانت وذکاوت، شجاعت و بلند اخلاق اور با اثر شخصیت کا ہمیشہ معترف ومعتقد رہا، اور استاد ہی کی طرح ان کا احترام میرے دل میں جاگزیں رہا۔

حضرت والا نے دارالعلوم میں استاذِ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ نظامتِ تعلیمات کا عہدہ بھی ایک عرصہ تک سنبھالا، اور تعلیم وتربیت کی بہتری کے لیے مؤثر اقدامات کیے، فجر کی نماز کے لیے اذان کے بعد ہی ٹارچ لے کر پورے دارالعلوم کے طلبہ کو جگانا آپ کا معمول تھا؛ چنانچہ نماز شروع ہونے سے پہلے پوری مسجد طلبہ سے بھر جاتی تھی، علمی قابلیت کے ثبوت کے لیے دارالعلوم دیوبند میں حدیث پڑھانا اور نظامتِ تعلیمات کا عہدہ سنبھالنا ہی کافی ہے، اس کے علاوہ علّامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی (متوفّٰی ۸۵۵ھ) رحمہ اللہ کی ۲۳ جلدوں پر مشتمل مایۂ ناز تصنیف "نُخَبُ الأفكارِ في تَنْقِيحِ مَبَانِي الأخبار" جو امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی مشہور کتاب "شرح معاني الآثار" کی شرح ہے اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہم کی محنت وتحقیق کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر اہلِ علم کے لیے ایک بہترین علمی تحفہ ثابت ہوئی تو یہ حضرت والا کی اعلیٰ قابلیت وصلاحیت کا شاہدِ عدل ہے۔

اس رواں سفر میں بھی احقر نے ایک سے زائد مرتبہ دیکھا کہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب صبح ترمذی شریف کا سبق پڑھا کر جمعیت علمائے ہند کی طرف سے مختلف مقامات پر طے شدہ پروگراموں میں شرکت کرکے تقریر فرماتے ہیں، رات کو دہلی پہنچ کر نماز و کھانے سے فارغ ہوکر کچھ آرام کرتے ہیں، رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر تہجد کا اپنا مستقل معمول پورا کرتے ہیں اور پھر دہلی سے روانہ ہوکر صبح دیوبند پہنچ کر اپنا سبق پڑھاتے ہیں، ایک اور خاص بات جو احقر نے واضح طور پر محسوس کی وہ یہ تھی کہ بڑھاپے اور اتنی مصروفیات کے باوجود نہ تو ان کے چہرہ پر تھکاوٹ کے آثار محسوس ہوتے تھے اور نہ ہی اندازِ گفتگو میں کوئی فرق؛ بلکہ ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ ہر ایک سے ملنا اور ہر ملنے والے سے نہایت اطمینان واپنائیت کے ساتھ گفتگو اور مزاج پرسی کا سلسلہ برقرار رہتا تھا۔ اتنی مصروفیات و بڑھاپے کے باوجود اپنے اعصاب وحواس پر اتنا کنٹرول اور اپنی زبان کی شیرینی ونرمی کو اس حد تک قابو میں رکھنا کم از کم احقر نے تو اپنی زندگی میں نہیں دیکھا ہے، اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے علاوہ اپنے اکابرین میں سے کسی سے متعلق سنا بھی نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

❁ ❁ ❁